جناب ابرار خٹک *

اقبال کا نظریہ تعلیم اور عصر حاضر

اقبال نے قوم وملت کو تعلیم کا جو تصور دیا اس کا بنیادی ومرکزی نکتہ مذہب ہے۔ وہ صرف مسلمانان عالم کی تعلیم کو مذہب کے سانچے میں ڈھالنے کا خواہش مند ہی نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش تھی کہ دنیا کے تمام علوم کو مشرف بہ اسلام کیا جائے کیونکہ مذہب کے بغیر تعلیم وترقی انسانیت کے لئے باعث فلاح نہیں ہوسکتی۔ اقبال مذہب کو تعلیم کا خشت اول جبکہ مادہ پرستی کو تعلیم اور انسانیت دونوں کیلئے زہر قاتل سمجھتے ہیں۔ ان کے تعلیمی نظریات کا اگر عرق ریزی سے مطالعہ کیا جائے تو تین بنیادی نکات سامنے آتے ہیں جس پر ایک عظیم تعلیمی منصوبے کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

۱۔ تعلیم کا مقصد انسان کی انفرادیت کی مکمل نشوونما ہے

۲۔ اجتماعی خودی یا اجتماعی انا کا تسلسل اور تحفظ

۳۔ انفرادی اور اجتماعی خودی میں توازن اور اس کی افزائش

اقبال کے ہاں مقصدی علم زندگی کا نکتہ آغاز ہے جو نہ صرف کل نظام ہائے حیات کی بنیاد رکھتا ہے بلکہ اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

علم از سامان حفظ زندگی است — علم از اسباب تقویم خودی است
علم وفن از پیش خیزان حیات — علم وفن از خانہ زادانِ حیات

استاد اور نصاب روح کے اندر انقلاب برپا کرکے انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔

شیخ مکتب ہے ایک عمارت گر — جس کی صنعت ہے روح انسانی

وہ جامد ومادہ پرست تعلیم کو کسی بھی معاشرے کے لئے تباہی کا باعث سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے انسان روحانیت سے تہی دست اور احساس اخلاص ومحبت سے محروم ہوکر پیسوں کی مشین بن جاتا ہے جس کی وجہ سے زمین پر تباہی و بربادی کا وسیع سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ غربت وافلاس میں اضافہ اور سرمایہ دارانہ نظام کا زہر معاشرے کی رگ رگ میں اتر جاتا ہے۔

* لیکچرار اقراء کیڈٹ سکول وکالج، جہانگیرہ۔ نوشہرہ

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دوکف جو

مادہ پرست ورروایتی تعلیم بڑے مقاصد کا حصول ناممکن بنا دیتا ہے، جبکہ معاشرے کو غفلت وتباہی میں مبتلا کر کے غلامی پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس تعلیم سے ذہنی وروحانی صلاحیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اس لئے اقبال نے ایسی تعلیم کو اسلامی معاشرے کے لئے خصوصاً تباہی کا باعث سمجھا ہے۔

اہل مکتب کے طریقوں سے کشادِ دل کہاں کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

اقبال ایسی تعلیم کو قابل نفرت سمجھتا ہے جس سے ایک مسلمان طالب علم مغربی تہذیب کا دلدادہ اور مشرقی تہذیب سے نفرت کرنے والا بنتا ہے۔ جو تعلیم مذہب اور تہذیب وثقافت کا تحفظ نہ کر سکے اس سے جہالت بہت بہتر ہے۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے مردہ ہے مانگ کر لایا ہے فرنگی کا نفس

اس لئے اقبال گلہ کرتا ہے:

گلہ ہے مجھ کو یارب خداونداں مکتب سے کہ سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

ایک جگہ اقبال لکھتے ہیں:

یہ امر ظاہر ہے کہ ایک مسلمان نوجوان کی تعلیم کی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہو تو اس میں سیر چشمی، بلند نظری اور خودداری کے وہ اوصاف حسنہ پیدا نہیں ہو سکتے جو اسلامی ریاست کے مایہ الامتیاز ہیں، اس کے علاوہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان ملی روایات کا حامل ہو اگر ایسا نہ ہو تو قرآن کے ارشاد کے مطابق لتکونوا شہداء علی الناس کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ کالجوں اور سکولوں میں دینی واخلاقی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے۔

یہی وہ بنیادی نکتہ ہے کہ جو اقبال کا نظریہ بھی ہے اور اس کرہ ارض پر اسلام اور اسلامی تہذیب وثقافت کی حفاظت کی ضمانت بھی، مگر افسوس کہ اس وقت پوری امت مسلمہ بشمول پاکستان اپنی اساس چھوڑ کر اہل مغرب کی تقلید کر رہی ہے، جس کی بنیاد مذہب کی بجائے مادہ پرستی ہے، اہل مغرب تو اپنے نظریات میں کامیاب ہوئے مگر ہم اپنی بنیاد سے محروم ہو رہے ہیں۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

اقبال نے عورت کی تعلیم مذہبی وخانگی معاملات اور معاشرتی استحکام کے لئے انتہائی ضروری سمجھا ہے۔ مگر مذہب کا دائرہ ہر لحاظ سے اہم ہے، وہ ایسی تعلیم کی مخالفت کرتے ہیں جو منفی اثرات کی حامل ہو۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسہ زن ہے عشق ومحبت کے لئے علم وہنر موت

اقبال کے نظریہ کو مدنظر رکھ کر اگر ہم موجودہ تعلیم پر نظر دوڑائیں تو زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ افسوس

مفکر اسلام اقبال کے خوابوں اور نظریات کے الٹ آج ہم نئی نسل کو ایسی تعلیم سے بہرہ ور کر رہے ہیں جس کے نتائج بنیادی اسلامی فلسفے سے متصادم ہیں۔ نصاب میں غیر دانشمندانہ تبدیلیوں اور اہل مغرب کی پیروی سے ہمارے مقاصد تعلیم پر سخت ضرب پڑ رہی ہے۔ جو بحیثیت مجموعی قوم وملت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ یہ گھڑی امت مسلمہ کے لئے مقام فکر وعمل ہے۔ کیونکہ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ بیسویں صدی اہل مغرب کے ہاتھوں انسانی خون کا سرخ کفن لپیٹ کر رخصت ہوگئی ہے، مگر کرہ ارض کی بنیادوں میں فتنہ وفساد عالمی دہشت گردی کی وہ فصل بودی ہے کہ موجودہ وآئندہ آنے والی تمام نسلیں اسے کاٹتی اور آگ وبارود کے اس الاؤ میں جلتی رہیں گی۔ جاتے جاتے فرزندان مغرب کے ذہن میں یہ روح فرسا سازش وحقیقت بھی راسخ کردی ہے۔

کہ اب جنگیں گہرے سمندروں' نیلگوں فضاؤں' کھلے میدانوں میں نہیں بلکہ مذاہب ونظریات کے ایوانوں سیاست ومعیشت کی شاہراہوں اور تعلیم وتعلم کے میدانوں میں لڑی جائیں گی۔ کیونکہ اس کی گود سے فتح کے وہ کرشمے پھوٹتے ہیں جن کی مقدر میں شکست کبھی نہیں ہوتی لہذا اہل مغرب اب بارود فولاد کی بجائے تہذیب وثقافت کی طلسم ہوشربا سے سب مسلمانوں کو مسحور کرکے بناوٹ وریا' فحاشی وعریانی کے حسن بلاخیز کا اسیر دام کر رہے ہیں کیونکہ یہی وہ ذرائع ہیں جس کی بنیاد پر وہ دنیا میں اپنی حکمرانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم رکھ سکتے ہیں اب وہ اس تلخ حقیقت کا ادراک کر چکے ہیں لہذا اہل مغرب علی الاعلان کہتے ہیں کہ خدا منش وخدا پرست اہل مشرق کو اگر غلام کرنا ہے اور ان کی نورانی قباؤں' عباؤں سے مادہ پرستی کی تاریکیوں اور اہل مغرب کی لامذہب مگر پرلطف زندگی کو بچانا ہے تو پھر ان کے ذرخیز میدانوں' وسیع صحراؤں اور سر بفلک عمارتوں کی بجائے علم وادب کے وہ منبع خشک کرنے ہوں گے جہاں سے مذاہب ونظریات کے سوتے پھوٹتے ہیں' وہ دل مسمار کرنے ہوں گے جہاں سے روحانیت کے چشمے نکلتے ہیں' ذہن کی وہ زرخیر زمینیں بانجھ کرنا ہوں گی جہاں سے آزادی مساوات اور سماجی انصاف کی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ اور وہ زبانیں کاٹنا ہوں گی جو حقوق ومساوات کی آوازیں بلند کرتی ہیں اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ ان سب کا مرکز تعلیم وتعلم ہے۔

آئیں ہم سب اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ کیا ہم حکیم الامت اور مفکر اسلام وپاکستان علامہ اقبال کے افکار ونظریات سے انکار کرکے غفلت وانکار کی وہ تمام سنتیں تازہ نہیں کر رہے جو احساس زیاں سے محروم قوموں کا طرہ امتیاز ہوتی ہیں؟

اس کرہ ارض پر اسلام وپاکستان کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کی بقاء وتحفظ کے لئے ہمیں اپنے تعلیم کو مفکر اسلام کے خوابوں کے مانند استوار کرنا ہوگا' وگرنہ پھر امت مسلمہ کے ساتھ ساتھ ارض پاکستان کے طول وعرض میں ہم اپنے حقیقی مذہب اور تہذیب وثقافت کو ڈھونڈتے رہیں گے۔ مگر ہمارے ہاتھ سوائے مایوسی کے کچھ نہیں آئے گا۔